مولانا محمد تقی امینی

دین کی بنیادی باتوں پر عمل نہ کرنے کے اثرات

دین وشریعت پر عمل کرنے کے بارے میں بنی اسرائیل سے ان کے پیغمبر نے جو عہد باندھا اس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے اب اس عہد کی چند بنیادی باتیں اور ان پر عمل نہ کرنے کے چند بڑے برے اثرات ذکر کئے جاتے ہیں:

(۱) پہلا اثر: دین کی بنیادی باتوں پر عمل نہ کرنے سے دین دل کی گہرائیوں میں جڑ نہیں پکڑتا۔ صرف دین کا خول اوپر چڑھا رہتا ہے جو دین کی خاطر معمولی نقصان برداشت کرنے اور معمولی فائدہ چھوڑ دینے کی ہمت نہیں رکھتا۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ قف وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۭ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ○

"اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو[1] اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو[2] اور رشتہ داروں[3] اور یتیموں اور محتاجوں[4] کے ساتھ (بھی) احسان کرو اور لوگوں سے خوشگوار باتیں کہو[5] اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو[6] پھر تم میں سے چند لوگوں کے سوا سب نے منہ پھیر لیا اور تم تو منہ پھیرنے والے تھے ہی[7]۔"

[1] عبادت کا تعلق صرف اللہ سے ہے۔ اس کے بندوں کے کام آنا، اُن کو فائدہ پہنچانا اور ان کے ساتھ معاملات درست رکھنا بھی عبادت میں شامل ہیں جبکہ یہ سب کام خالص اللہ کے لئے ہوں۔ اس طرح عبادت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو اللہ کی نسبت سے خالص اللہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے لئے ہو اور دوسری وہ جو بندوں کی نسبت سے خالص اللہ کے لئے ہو۔ زندگی میں جب تک یہ دونوں عبادتیں نہ پائی جائیں گی وہ " عبادت " مکمل نہیں کہی جا سکتی ہے جو اللہ کو مقصود ہے اور جس کا حکم اللہ نے دیا ہے۔ دنیا و آخرت میں اللہ کے فیصلہ کی بنیاد یہ دونوں ہی قسم کی عبادتیں ہیں نہ کہ تنہا ایک قسم کی عبادت۔ لیکن گراوٹ و پستی کے زمانہ میں قوموں کی ہمیشہ یہ بدقسمتی رہی ہے کہ انہوں نے صرف پہلی قسم کو عبادت سمجھا اور دوسری قسم کو عبادت کے دائرہ سے نکال دیا۔ جس کی بناء پر ایک طرف اللہ کا فیصلہ سمجھنے میں دشواری ہوئی اور دوسری طرف دین کے بارے میں طرح طرح کی غلط فہمیاں پیدا ہوئیں۔

۱ـ دوسری قسم کی عبادت جو بندوں کی نسبت سے ہے اس میں والدین کے ساتھ احسان سب سے مقدم ہے۔ انسان کی پیدائش و پرورش میں جس طرح اللہ کی رحمت و شفقت کو دخل ہے اسی طرح والدین کی خدمت و پیار کو دخل ہے۔ پھر اللہ کے دین نے جو انسانی برادری قائم کی ہے اس کی بنیاد خاندان پر ہے اور خاندان کی ابتداء والدین سے ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن میں تقریباً ہر جگہ اللہ کی عبادت کے ساتھ والدین کے ساتھ احسان کا ذکر ہے۔

احسان ۔ دوسرے کے ساتھ ایسے سلوک اور برتاؤ کو کہتے ہیں جس سے اس کا دل خوش ہو اور اس کو راحت ملے۔ عدل و احسان کے دو لفظ ایسے ہیں کہ جن کی بدولت انسانیت زندہ ہے۔ اگر ان کو زندگی سے نکال دیا جائے تو انسان کو حیوان بن جانے میں دیر نہیں لگتی ہے۔ " عدل " کے ذریعے ہر ایک کو اس کا واجبی حق ملتا ہے اور " احسان " کے ذریعے لوگوں کو تکلیف و رنج سے بچایا جاتا ہے اور آرام و راحت کا خیال رکھا جاتا ہے۔ یعنی بات صرف " عدل " پر ختم نہیں ہوتی بلکہ راحت و آرام پہنچانے کے لئے " احسان " کا بھی حکم ہے۔ قرآن میں احسان کے لئے اور الفاظ بھی ملتے ہیں۔ مثلاً " فضل " " عُرف " " معروف " اور " برّ " وغیرہ۔ ان سب کو جس جس موقع پر استعمال کیا گیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ " احسان " کی کوئی خاص شکل نہیں ہے بلکہ یہ لفظ نیکی و بھلائی کرنے اور تکلیفوں و مصیبتوں سے بچانے کی تمام شکلوں کو سمیٹے ہوئے ہے۔

۲ـ اللہ کے دین میں قرابت داروں اور رشتہ داروں کی بڑی اہمیت ہے۔ انہیں کے

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

ذریعے خاندان برقرار رہتا ہے اور آگے بڑھتا ہے۔ ان میں جو ہمدردی و بھلائی پائی جاتی ہے وہ اوروں میں نہیں پائی جاتی۔ اس کا تجربہ ان لوگوں کو زیادہ ہے جن کا خاندانی نظام درہم برہم ہو چکا ہے جس سے آپس میں ہمدردی و بھلائی ختم ہو چکی ہے اور ہر شخص اپنے کو تنہا اور اجنبی سمجھنے لگا ہے۔ ظاہر ہے کہ سب قرابت داروں اور رشتہ داروں کے برتاؤ یکساں نہیں ہوتے ہیں بلکہ بعض کی طبیعتوں کی خرابی کی وجہ سے نہایت کڑوا گھونٹ پینا پڑتا ہے۔ اسی بناء پر کچھ لوگوں نے اقارب (رشتہ دار) کو عقارب (بچھو) سے مشابہت دی ہے لیکن ایسے واقعات کم ہیں جو خاندانی اور آپس کے تعلقات نباہنے کی وجہ سے پیش آتے ہیں۔ ان سے اصل بات پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلقات کو بہر صورت نباہنے کا حکم دیا ہے خواہ دوسرا جوڑے یا توڑے بلکہ تعلقات جوڑنے والا وہی شخص سمجھا جائے گا جو توڑنے کی صورت میں جوڑے رکھے۔ (بخاری و مشکوٰۃ باب البر والصلۃ)

© rasailojaraid.com

۴ خونی رشتہ (قرابت) کے بعد ان لوگوں کے ساتھ احسان کا ذکر ہے جن سے حاجت و ضرورت کی بناء پر رشتہ قائم ہوتا ہے۔ دونوں کو ساتھ ذکر کرنے میں اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ اس رشتہ کی اہمیت پہلے سے کم نہیں بلکہ بعض حالتوں میں زیادہ ہو جاتی ہے۔ یعنی اللہ کے دین نے جو انسانی برادری قائم کی ہے اس میں دوسروں کی حاجت و ضرورت کو اس قدر اہمیت ہے کہ اس کے ذریعے ایک رشتہ قائم ہو جاتا ہے اور حاجت مند و ضرورت مند خاندان کے فرد کی طرح احسان و بہتر سلوک کا مستحق قرار پاتا ہے۔

یتیم، مسکین اور مسافر (جو ضرورتمند ہوں) کی حاجت مندی چونکہ زیادہ نمایاں ہے اس بناء پر خاص طور سے آیت میں انکا ذکر کیا گیا ہے۔ دوسرے حاجت مند بھی انہیں میں شامل ہیں۔

۵ خوشگوار باتیں کہنا اور نیکی و شرافت کا برتاؤ کرنا۔ یہ دین کی بنیادی باتوں سے ہے اور سبھی کے لئے ہے لیکن خاص طور سے ان لوگوں کے لئے ہے جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔

انسان کی بڑی کمزوری یہ ہے کہ جس کے ساتھ وہ احسان کرتا ہے اس کی عزت ویسی نہیں رہتی جیسی دوسروں کی ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ بات چیت اور برتاؤ میں فرق آ جاتا ہے۔ ادھر قرابت داروں اور حاجت مندوں کا رویہ بھی اپنے محسنوں کی امید کے خلاف ہو جاتا ہے۔

© rasailojaraid.com

ایسی حالت میں قولوا للناس حسناً (لوگوں سے خوشگوار باتیں کہو) کی اہمیت زیادہ واضح ہوتی ہے۔ احسان فراموشی اور محسن کشی جس قدر عام ہے اس کو دیکھتے ہوئے بعض لوگ دوسروں کے ساتھ احسان کرتے ہوئے ڈرتے ہیں۔ لیکن یہ کام اگر خالص اللہ کے لئے مخلوق سے بے نیاز ہو کر کیا جائے تو پھر ڈرنے کی بات نہیں ہے۔ البتہ اس کے لئے عام سطح سے بلند ہونے کی ضرورت ہے اور اللہ کے لئے کون سا کام ایسا ہے جو عام سطح سے بلند ہوئے بغیر انجام پا جائے اور اس کی بارگاہ میں مقبول بھی ہو جائے؟

۶ـه نماز اور زکوٰۃ سے زندگی میں درستگی اور ہمواری پیدا ہوتی ہے اور دین کی دوسری باتوں پر عمل کرنے میں سہولت ہوتی ہے جس طرح زندگی کو سنبھالنے کے لئے ان کی ابتداء میں ضرورت ہوتی ہے اسی طرح سنبھالے رکھنے کے لئے آخر تک ان کی ضرورت رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمیشہ سب نبیوں کا ان پر اتفاق رہا ہے اور سبھی نے شروع سے آخر تک ان کا حکم دیا اور ان پر عمل کرنے کی تاکید کی ہے۔ ملاحظہ ہو آیت ۴۳۔

۷ـه اور تم تو منہ پھیرنے والے تھے ہی (وانتم معرضون) سے اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ دین اُن کے دل کی گہرائیوں میں نہ اترا تھا۔ صرف دین کا خول اوپر چڑھا ہوا تھا۔ جس سے اس سے زیادہ کی توقع بھی نہ تھی۔

(۲) **دوسرا اثر**: نیکی اور بھلائی کے جو کام طبیعت کے موافق ہوتے اور ان سے کوئی خطرہ نہیں مول لینا پڑتا یا ان سے عزت و شہرت حاصل ہوتی ہے وہ جاری رہتے ہیں لیکن بدترین قسم کے جرائم اور بڑے گناہ جن سے دشمنوں کو قوت حاصل ہوتی اور دین و ملت کا عظیم خسارہ ہوتا ہے، ان سے لوگ باز نہیں آتے ہیں۔

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُونَ دِمَاءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُونَ أَنْفُسَكُمْ مِنْ
دِيَارِكُمْ ثُمَّ أَقْرَرْتُمْ وَأَنْتُمْ تَشْهَدُونَ ۝ ثُمَّ أَنْتُمْ هَٰؤُلَاءِ تَقْتُلُونَ
أَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُونَ فَرِيقًا مِنْكُمْ مِنْ دِيَارِهِمْ تَظَاهَرُونَ عَلَيْهِمْ بِالْإِثْمِ
وَالْعُدْوَانِ ۚ وَإِنْ يَأْتُوكُمْ أُسَارَىٰ تُفَادُوهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ
إِخْرَاجُهُمْ ۚ

© rasailojaraid.com

"اور جب ہم نے تم سے عہد لیا کہ آپس میں ایک دوسرے کا خون نہ بہاؤ اور نہ اپنے لوگوں کو اُن کے گھروں سے نکالو تو تم نے اقرار کیا اور تم اس کے گواہ ہو پھر تم ہی لوگ آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرتے ہو اور اپنے کچھ لوگوں کو اُن کے گھروں سے نکال دیتے ہو (اس طرح) گناہ اور ظلم سے ان کے خلاف مدد کرتے ہو اور اگر وہ تمہارے پاس قیدی ہو کر (مدد کے لئے) آتے ہیں تو تم فدیہ (رہائی کا معاوضہ) دے کر ان کو چھڑا لیتے ہو۔ حالانکہ اُن کا نکالنا تمہارے اوپر حرام کیا گیا تھا۔"

یہ بھی عہد کی چند باتیں ہیں:

(۱) آپس میں قتل و خون ریزی نہ کرنا۔

(۲) اپنے لوگوں کو وطن سے نہ نکالنا۔

(۳) ظلم و زیادتی میں کسی کی مدد نہ کرنا۔

(۴) قیدیوں کی مدد و غم خواری کرنا۔

اوپر کی تینوں باتیں (قتل و خون ریزی، جلا وطنی اور ظلم و زیادتی پر مدد) کس قدر سنگین جرم اور بڑے گناہ ہیں؛ پھر بھی یہودی ان کی پرواہ نہ کرتے تھے۔ چوتھی بات میں ناموری و شہرت حاصل ہوتی اور خواہش و طبیعت کی تسلی ہوتی تھی اس بناء پر اس پر عمل کرتے تھے۔ یہی صورتحال زوال کی ماری ہوئی ہر قوم کی ہوتی ہے کہ اس میں زیادہ تر نیکی و بھلائی کے وہی کام باقی رہ جاتے ہیں جو اپنی خواہش و طبیعت کے موافق ہوتے یا جن سے ناموری و شہرت حاصل ہوتی اور کوئی خطرہ نہیں مول لینا پڑتا ہے۔ جن باتوں میں کوئی خطرہ ہوتا یا طبیعت پر جبر کرنا پڑتا ہے ان کی طرف توجہ نہیں دی جاتی ہے۔ اگرچہ دین و ملت کا کتنا ہی نقصان کیوں نہ ہوتا ہو۔ مذکورہ باتوں کے عہد کا ذکر توریت میں موجود تھا جس کو پڑھتے پڑھاتے رہتے اور ذکر و تذکرہ کرتے رہتے تھے۔ اس بناء پر فرمایا کہ "تم نے اقرار کیا اور تم اس کے گواہ ہو۔"

(۳) تیسرا اثر: شریعت کی باتوں اور اس کے حکموں پر عمل درآمد اس قدر کم ہو جاتا ہے کہ اللہ کی کتاب کے ایک حصہ پر ایمان اور دوسرے حصہ کا انکار لازم آتا ہے۔

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com